

پروفیسر ڈاکٹر محمد نبیین مظہر صدیقی
ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حدیث ”بُنیٰ اِسْلَامُ عَلَیٰ خَمْسٍ“ کا روایتی اور درایتی تجزیہ

اسلام کی سب سے جامع، صحیح اور قدیم ترین تعریف اس حدیث مشہور و مبارک میں ملتی ہے۔ متعدد محدثین کرام نے اس حدیث معنی خیز کی تخریج اپنی اپنی کتاب الایمان میں مختلف ابواب میں فرمائی ہے۔ مشہور مجموعہ احادیث صحاح ستہ میں بھی وہ موجود ہے، اور دوسری صحاح اور سنن میں بھی اس کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اہم ترین باب ہے: مسلم کا باب بیان اور کان الاسم و دعائمه العظام جب کہ امام بخاری نے اپنی کتاب الایمان کے اولين باب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بُنیٰ اِسْلَامُ عَلَیٰ خَمْسٍ کے ترجمۃ الباب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور پوری حدیث دوسرے باب باب دعاؤ کم ایمانکم میں نقل کی ہے۔ اولين باب کے ترجمے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت امامؐ نے اپنے عقیدہ محدثین کے مطابق ایمان کو قول اور فعل پر منی بتایا ہے اور اسی کی تائید میں حدیث مذکورہ کا اولين حصہ نقل کیا ہے، کیوں کہ اس حدیث شریف کے متن میں اسلام کو عقیدہ توحید و رسالت کے علاوہ ارکان اربعہ نماز، زکوہ، روزہ اور حج پر منی بتایا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس خیال و فکر محدثین میں ایمان اور اسلام کا امتیاز و فرق نہیں سمجھا گیا، اور نہ ہی ارکان یا عمل کے قول اور عقیدے / ایمان سے ارتباٹ کو سمجھا گیا۔ بہر حال یہ دوسری بحث ہے، جس پر بہت سے علمائے اسلام، فقہائے کرام اور محدثین عظام نے مفصل

بحثیں کی ہیں۔ سردست ہماری بحث دعائم / ارکان خمسہ پر بنی حدیث نبوی کی تجزیع سے ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع شریف میں اسی حدیث شریف کا سرnamہ باب کا قرار دیا ہے۔ باب ماجاء بنی الاسلام علی خمس اور امام نسائی نے سوالیہ / استفہامیہ باب باندھا ہے: علی کمہ بنی الاسلام؟

معروف صحاح ستہ میں سے صرف چار کتب میں اس بنیادی حدیث کی تجزیع کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسری کتب حدیث میں بھی اس حدیث نبوی کی تجزیع ملتی ہے جس کا ذکر بہ عنوان کیا جاتا ہے:

مند احمد بن حبیل: حج ۲، ص ۱۳۳

ابن حبان۔ صحیح: ح ۱، ص ۱۸۸

سن کبریٰ یہیقی: ح ۱، ص ۳۵۸

مصطفی عبد الرزاق

روایت حدیث اسناد و متن

ان میں سے پیشتر کتب حدیث میں یہ انتہائی اہم حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مردی ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام محدثین کرام نے اپنی اسناد سے اسے حضرت عبد اللہ بن عمر سے اخذ و تقویل کیا ہے۔ ان تمام اسناد کا مطالعہ بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ وہ بہت سے مسائل مہمات اور امور و اصول بیان کرتا ہے۔ پہلے صحاح ستہ کی چار کتب تیس کی اسناد بالترتیب ملاحظہ ہوں کہ ان کے مطالعے کے بعد ہی صحیح تجزیہ ہو سکتا ہے:

حدیث بخاری

حدثنا عبید الله بن موسیٰ قال: اخبرنا حنظلة بن ابي سليمان عن عكرمة: بن خالد عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بنی الاسلام علی خمس، شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا رسول الله صلى الله عليه وسلم، واقام الصلوة وایتاء الزکاة والحج وصوم رمضان (۱)

حدیث مسلم

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير الهمداني، حدثنا ابو خالد يعني سليمان بن حيان الاحمر، عن ابى مالك الاشعجى، عن سعد بن عبيده عن ابن عمر عن النبي صلی الله عليه وسلم قال: بنى الاسلام على خمسة، على ان يوحد الله، واقام الصلوة، وابقاء الزكوة، وصيام رمضان، والحج، فقال رجل: الحج وصيام رمضان، قال لا، صيام رمضان والحج، هكذا سمعته من رسول الله صلی الله عليه وسلم (۲)

مسلم کی اس معنی کی چار احادیث میں جو مذکورہ بالا کے علاوہ ہیں:

حدثنا سهل بن عثمان العسكرى، حدثنا يحيى بن زكرياء ابن ابي زائدة، حدثنا سعد بن طارق قال: حدثني سعد بن عبيدة السلمى عن ابن عمر عن النبي صلی الله عليه وسلم ق: بنى الاسلام على خمس على ان يعبد الله، ويکفر بما دونه، واقام الصلوة وابقاء الزكوة وحج البيت وصوم رمضان (۳)

حدثنا عبد الله بن معاذ، حدثنا ابى، حدثنا عاصم وهو ابن محمد بن زيد بن عبد الله بن عمر عن ابيه قال : قال عبد الله قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : بنى الاسلام على خمس: شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله، واقام الصلوة وابقاء الزكوة، وحج البيت، وصوم رمضان (۴)

حدثنا ابن نمير، حدثنا ابى، حدثنا حنظله قال سمعت عكرمة بن خالد يحدث طاؤساً، ان رجلا قال لعبد الله بن عمرو ألا يغزو؟ قال: آنی قد سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: ان الاسلام بنى على خمسة: شهادة ان لا اله الا الله، واقام الصلوة وابقاء الزكوة، وصيام رمضان، وحج البيت (۵)

حدیث ترمذی:

حدثنا ابن ابی عمر، حدثنا سفیان بن عبینه عن سعید بن الحمس التمیمی عن حبیب بن ابی ثابت عن ابن عمر قال، قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : **بُنی الاسلام علی خمس**، شهادۃ ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، واقام الصلوۃ، وایتاء الزکوۃ، وصوم رمضان، وحج البيت (۲)

حسب معمول امام ترمذی نے اس حدیث پر حکم لگایا ہے: هذا حدیث حسن صحيح اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دو مزید سندوں سے اس حدیث کے دوسری وجہ سے مروی ہونے کی بات کہی ہے:

۱۔ وقد رُوِيَ من غير وجه عن ابن عمر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم نحو هذا

۲۔ حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع عن حنبلة بن ابی سفیان الجمعی عن عکرمة بن خالد المخزومی عن ابن عمر نحوه
۳۔ اور ایک اور اہم تبصرہ امام ہے: وفي الباب عن جریر بن عبد اللہ حدیث نسائی:

خبرنا محمد بن عبد الله بن عمار، قال: حدثنا المعافی يعني ابن عمران، عن حنبلة بن ابی سفیان، عن عکرمة بن خالد عن ابن عمر: ان رجلا قال له، ألا تغزو؟ قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: **بُنی الاسلام علی خمس** : شهادۃ ان لا اله الا اللہ، واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ، والحج، وصیام رمضان. (۷)

دیگر اسانید و متون

روایت ابن عمر

پیشتر کتب حدیث کی اسناد اگرچہ مختلف ہیں مگر اور پر صرف ایک صحابی جلیل حضرت عبد اللہ بن عمر پر مشتمی ہوتی ہیں اور اسی سے ہماری بنیادی بحث ہے، اگرچہ بعد کی مختلف سندوں سے بھی تعریض

کیا جائے گا۔ صحابہ میں سے چاروں کتب نے صرف ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ روایت اخذ کی ہے، سوائے امام ترمذیؓ کے کہ انہوں نے بعد میں حضرت جریر بن عبد اللہؓ جیسے دوسرے متاخر صحابی سے بھی اس کے مردی ہونے کا حوالہ دیا ہے، مگر اصل متن انہوں نے بھی صرف حدیث ابن عمرؓ کا ہی ان ہی سے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت حدیث مذکورہ بالا کامانہ متعین کرنا ضروری ہے۔ اس ضرورت کے اسباب وعلل سے بحث بعد میں آتی ہے جو خاصی مفصل بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اصل چیز زمان و وقت روایت ہے۔ خوش قسمی سے بعض احادیث کی اسناد سے اس کا ایک وقت تو متعین کیا جاسکتا ہے۔

حدیث مسلم (۲۲۱۱) اور حدیث نسائی (۵۰۰۳) سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کسی شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ آپ غزوہ / جہاد میں شریک نہیں ہوتے: الایغرو؟ الاتغرو؟ بالترتیب۔ یہ عہد نبوی کے بعد کسی وقت سوال کیا گیا تھا اور حضرت طاؤس تابعؓ کے بیان پر منی ہے۔ ان کے مطابق ایک شخص کے سوال کے جواب میں حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث مبارک بیان کی تھی کہ جہاد اسلام کا پانچواں رکن کم از کم نہیں ہے، بقیہ پانچوں اسلام کے ارکان یادِ عالم پر ان کا پکا ایمان و محکم تر عمل تھا، لہذا عدم شرکت جہاد ان کے نفع اسلام کو لازم نہیں، اس تعلیم و وقت کی روایتی اور درایتی شہادت یہ ہے کہ عہد نبوی میں غزوہ خندق کے بعد سے وہ تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ غزوہ خندق ان کا اولین غزوہ اس بنا پر تھا کہ وہ اس سے قبل باخ، پندرہ سال کے نہ تھے اور ان کو شرکت کی اجازت نبوی حاصل نہ تھی۔ (۸)

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت ابن عمرؓ بالغ تھے لہذا اس میں قطعی طور سے شریک نہ تھے۔ غزوہ احمد کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شریک تھے کہ بالغ ہو چکے تھے، اور بعض کے نزدیک شریک نہ تھے۔ بیشتر روایات اور علماء کا اتفاق ہے کہ ان کا اولین غزوہ خندق تھا، اور اس کے بعد وہ تمام غزوہات اور بعض سرایا میں شریک رہے تھے۔ غزوہات میں خیر، فتح مکہ، خین، طائف، توبک وغیرہ میں موجود ہے تھے، اور سرایا میں غزوہ موتہ میں ان کی شرکت کافی اہم تھی۔ بعد میں وہ مصر کی فتح، جگ پیروک اور فتح افریقیہ اور بحر روم کے موعودہ غزوہ اسلام میں بھی شریک رہے تھے۔ مشاہد نبوی اور دوسرے جہادوں میں ان کی شرکت

کے لئے مزید ملاحظہ ہو:

بخاری: کتاب الشہادات، باب بلوغ الصیان۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق۔

بخاری: کتاب الشرط وغیرہ۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ موتة

بخاری: باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالدا

حدیث جبریل سے ارتباط

پانچ چیزوں یا ارکانِ نسمہ پر اسلام کے منی ہونے کا ایک منوی ارتباط حدیث جبریل سے بھی ہے۔ اس حدیث شریف میں ایک اور وسیع تراویحی خیز ارتباط ایمان، اسلام اور احسان سے بھی پایا جاتا ہے۔ مل کر صحیح تربات یہ ہے کہ ان تینوں مبانی، دعائیم اور ارکان کے باہمی تقاضا اور اندر ورنی تعلق سے بھی ہے اور زیادہ ہے۔ یہ حدیث جبریل مختلط کتب حدیث کے ابواب/کتاب الایمان میں مختلف صحابہ کرام سے منقول ہوئی ہے۔ مزید برآں بعض روایات صحابہ کرام میں اس کی توثیقیت و تاریخ کی تعین کے بھی قرآن و شواہد ملتے ہیں۔

پہلے حدیث جبریل کے متون پیش کئے جاتے ہیں:

حدیث بخاری:

عن ابی هریرۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارزا یوما للناس فاتاہ
رجل فقال، ما الایمان؟ قال: الایمان ان تؤمن بالله وملائکته وکتبه
ورسله وتؤمن بالبعث، قال ما الاسلام؟ قال: الاسلام ان تعبد الله
ولاتشرك به، وتقیم الصلاۃ ، وتؤتی الزکاة المفروضة، وتصوم
رمضان، قال: ما الاحسان؟ قال ان تعبد الله کانک تراه، فان لم تكن

تراه فانه يراك (۹)

حدیث مسلم:

حدثی ابی عمر بن الخطاب قال، و قال یا محمد اخبرنی عن الاسلام
فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الاسلام أن تشهد ان لا إله الا
الله و ان محمدا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، وتقیم الصلاۃ،

وتُوْتِي الزَّكَاةُ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحْجُجُ الْبَيْتُ إِنْ أَسْطَعْتُ إِلَيْهِ سَبِيلًا
قال صدقـتـ قال فأخـبرـنيـ عنـ الـاـيمـانـ قالـ:ـ انـ توـمنـ بالـلـهـ وـمـلـائـكـتهـ
وكـتبـهـ وـرـسـلـهـ وـالـيـومـ الـآخـرـ،ـ وـتـوـمـنـ بـالـقـدـرـ خـيـرـهـ وـشـرـهـ قالـ
صـدـقـتـ الخـ (١٠)

حَدِيثُ مُسْلِمٍ :

عـنـ اـبـيـ هـرـيـرـةـ قـالـ:ـ كـانـ رـسـوـلـ اللـهـ صـلـىـ اللـهـ عـلـيـهـ وـسـلـمـ يـوـمـ يـاـمـاـ بـارـزـاـ
لـلـنـاسـ فـاتـاهـ رـجـلـ فـقـالـ يـاـ رـسـوـلـ اللـهـ !ـ مـاـ الـاـيمـانـ؟ـ قـالـ:ـ انـ توـمـنـ بـالـلـهـ
..... وـقـالـ يـاـ رـسـوـلـ اللـهـ !ـ مـاـ الـاـسـلـامـ؟ـ قـالـ:ـ الـاـسـلـامـ اـنـ تـعـبـدـ اللـهـ
وـلـاتـشـرـكـ بـهـ شـيـئـاتـ قـيـمـ الصـلـاـةـ الـمـكـتـوـبـةـ،ـ تـوـدـيـ الزـكـاـةـ الـمـفـرـوـضـهـ،ـ
تـصـومـ رـمـضـانـ،ـ قـالـ يـاـ رـسـوـلـ اللـهـ اـمـاـ الـاـحـسـانـ؟ـ قـالـ:ـ اـنـ تـعـبـدـ اللـهـ كـانـكـ
تـرـاهـ،ـ فـانـكـ اـنـ لـاتـرـاهـ فـانـهـ يـرـاكـ (١١)

حَدِيثُ مُسْلِمٍ :

عـنـ اـبـيـ هـرـيـرـةـ قـالـ:ـ قـالـ رـسـوـلـ اللـهـ صـلـىـ اللـهـ عـلـيـهـ وـسـلـمـ :ـ سـلـونـيـ،ـ
فـهـابـوـهـ اـنـ يـسـتـلـوـهـ،ـ فـجـاءـ رـجـلـ فـجـلـسـ فـقـالـ يـاـ رـسـوـلـ اللـهـ اـمـاـ
الـاـسـلـامـ؟ـ قـالـ:ـ لـاتـشـرـكـ بـالـلـهـ شـيـئـاـ،ـ وـقـيـمـ الصـلـاـةـ،ـ تـوـتـيـ الزـكـاـةـ
وـتـصـومـ رـمـضـانـ،ـ قـالـ صـدـقـتـ،ـ قـالـ يـاـ رـسـوـلـ اللـهـ اـمـاـ الـاـيمـانـ؟ـ (١٢)

حَدِيثُ تَرْمِذِيٍّ :

قـالـ (ابـنـ عـمـرـ)ـ قـالـ:ـ عـمـرـ بـنـ الخطـابـ ثـمـ قـالـ:ـ يـاـ مـحـمـدـ !ـ مـاـ الـاـيمـانـ؟ـ
..... قـالـ فـمـاـ الـاـسـلـامـ؟ـ قـالـ:ـ شـهـادـةـ اـنـ لـاـ اللـهـ اـلـاـ اللـهـ وـاـنـ مـحـمـداـ عـبـدـهـ
وـرـسـوـلـهـ،ـ وـأـقـامـ الصـلـوـةـ،ـ وـإـيـتـاءـ الزـكـوـةـ،ـ وـحـجـجـ الـبـيـتـ وـصـومـ رـمـضـانـ،ـ قـالـ
فـمـاـ الـاـحـسـانـ؟ـ الخـ (١٢)

حَدِيثُ نـسـائـيـ :

عـنـ اـبـيـ هـرـيـرـةـ وـابـيـ ذـرـ قـالـ:ـ كـانـ رـسـوـلـ اللـهـ صـلـىـ اللـهـ عـلـيـهـ وـسـلـمـ
يـجـلـسـ بـيـنـ ظـهـرـانـيـ اـصـحـابـهـ فـيـ جـيـ الغـرـبـ فـلـاـ يـدـرـيـ اـيـهـ هـوـ حتـىـ
مـوـسـوـعـهـ فـهـارـسـ مـجـلـاتـ عـلـمـيـهـ اـذـيـ رـبـ اـذـيـ رـبـ اـذـيـ رـبـ

یسأل، فطلبنا إلی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان نجعل له مجلسا لعیرف الغریب اذا اتاه فبینا له و کانا من طین کان یجلس علیہ وانا لجلوس ورسول الله صلی الله علیہ وسلم فی مجلسه اذا قبل رجل قال یا محمد! اخبرنی ما الاسلام؟ قال: الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وتقیم الصلاة وتتوتی الزکاة، وتحجج البت وتصوم رمضان، قال اذا فعلت ذلك فقد اسلمت؟ قال: نعم، قال صدقت: قال یا محمد! اخبرنی ما الایمان؟ قال: الایمان بالله وملائكته والکتاب والنبین الخ (۱۳)

نکاتِ حدیث جبریل

فی او را اصطلاحی نکات اور دقاکن سے قطع نظر حدیث جبریل کے حسب ذیل نکات قابل لحاظ ہیں:

- ۱- یہا ہم تین حدیث مختلف صحابہ کرام سے مردی ہے: حدیث بخاری: ۵۰ اور اس کا طرف دونوں حضرت ابو ہریرہ دوستی سے مردی ہیں۔ حدیث مسلم: (۷۹) بھی حضرت ابو ہریرہ سے مردی ہے۔ اور حدیث مسلم: (۹۹) بھی ان ہی سے منقول ہے، جب کہ حدیث مسلم (۹۳) حضرت ابن عمر کے واسطے سے حضرت عمر سے مردی ہے۔ یہی سندا خاص حدیث ترمذی: ۲۶۱۰ کی ہے۔ اور حدیثنسائی: ۲۹۹۳ حضرات ابو ہریرہ وابو زردونوں سے مشترک طور سے منقول ہے۔
- ۲- امام ترمذی نے حسب دستور اس باب میں تین دوسرے صحابہ کرام: حضرات طلحہ بن عبید اللہ انس بن مالک اور ابو ہریرہ سے اسی حدیث کے مردی و منقول ہونے کی بات کی ہے، اگرچہ ان کے متون نہیں دیے۔ حضرت ابو ہریرہ دوستی سے منقول روایات و احادیث کا ذکر احادیث بخاری و مسلم (صحیحین) میں البتہ دو صحابہ کرام حضرات طلحہ اور انس کی احادیث کے متون کا پتہ لگانا باتی ہے۔
- ۳- حدیث جبریل میں متون کا کافی فرق ہے اور یہ فرق مختلف نوعیتوں کا ہے جو خاصی اہم ہیں۔

تحقیقات حدیث۔۵

۵۱

حدیث بُنیٰ اِسْلَامُ عَلَى خَمْس

حدیث بخاری اور بعض احادیث مسلم میں ایمان کا ذکر پہلے ہے اور اسلام کا بعد میں۔ جن احادیث میں اسلام کا ذکر پہلے ہے وہ ہیں: حدیث مسلم۔ (۹۳) حدیث نسائی۔ (۲۹۹۲)۔ ایک اہم ترین اور معنی خیز فرق یہ ہے کہ بعض احادیث اسلام میں حج چیزے کوں خامس کا ذکر نہیں ہے۔ چیزے حدیث مسلم (۹۷) (۵) جس میں صرف عبادت الہی کرنے اور شرک سے پر بیز کرنے کے علاوہ فرض نمازوں کی اقامت اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ رمضان کا ذکر ہے یہی حال حدیث بخاری۔ ۵۰ کا ہے۔

صایم رمضان اور حج بیت اللہ کی ترتیب کا بھی فرق ملتا ہے۔ بعض میں حج کا ذکر صایم رمضان سے پہلے ہے جیسے حدیث ترمذی ۲۶۱۰ اور حدیث نسائی ۲۹۹۲ ایک اہم فرق متون میں اولین رکن کے بارے میں ملتا ہے اور وہ مختلف متون میں مختلف ہے:

۱۔ حدیث بخاری ۵۰ میں ہے: اسلام یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو۔ یہی تعبیر معمولی فرق کے ساتھ حدیث مسلم (۹۷) (۵) میں ہے اور یہی حدیث نسائی: ۲۹۹۲ میں ہے۔

۲۔ حدیث مسلم ۹۹ میں اللہ کے ساتھ صرف شرک نہ کرنے کا ذکر ہے۔

۳۔ حدیث مسلم (۹۳) (۸) میں ہے: الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صلی الله علیہ وسلم ۴۔ حدیث ترمذی: میں ہے: شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا عبده ورسوله۔

دوسرے ارکان اسلام کے بارے میں بعض احادیث میں فرض نماز اور فرض زکوٰۃ کی وضاحت ملتی ہے اور بعض میں صرف نماز اور زکوٰۃ کا خالص بیان ہے اور بعض میں نماز کا خالص بیان ہے اور زکوٰۃ کو فرضیت سے جواہر گیا ہے:

۱۔ حدیث بخاری۔ ۵۰: میں نماز کی صفت نہیں ہے مگر زکوٰۃ اپنی صفت المفروضة کے ساتھ ہے۔

۲۔ حدیث مسلم (۹۷) (۵) میں مہنّد الاسلام الیہ کہیں ملے وال وجہۃ البیان فرضیۃ

۳۔ پیشتر احادیث صحابہ میں نماز اور زکوٰۃ کی صفات فرضیت نہیں ہیں۔

تعیین تاریخ و توقیت

ان تمام احادیث اسلام سے خواہ وہ نبی اسلام علی الخس والی ہوں یا حدیث جبریل والی، یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب کی سب مدینی دور کی ہیں۔ یعنی ان احادیث کو صحابہ کرام نے مدینہ منورہ کے زمانے میں بیان کیا تھا۔ اور بعض کی اسناد وغیرہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو بالخصوص جبریل کا ذکر مدینہ منورہ کے زمانے میں ہی کیا تھا۔ ان میں بعض خالص مکی دور کے صحابی رواۃ ضرور ہیں، جیسے حضرات عمر بن خطاب عدویٰ، ابو زر غفاریٰ اور طلحہ بن عبید اللہ تکمیل مگر ان کی روایات خالص مدینی دور کی معلوم ہوتی ہیں کہ قرآن و شواہد یہی کہتے ہیں۔ اور بعض راوی صحابہ۔ خالص مدینی دور کے ہیں، جیسے حضرات ابو ہریرہ دویٰ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ، اور ان کی روایات بھی مدینی دور کی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت / روایات کے مدینی ہونے کا ایک مزید ثبوت یہ ہے کہ ان سے جہاد وغیرہ میں شرکت نہ کرنے کے بارے میں جب سوال کیا گیا تو انہوں نے اسلام کے پانچ اركان حمیدہ پر مبنی حدیث نبوی بیان کی۔ یہ تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عهد نبوی کے مدینی دور میں بھی سوال نہیں کیا گیا تھا بلکہ خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا زمانہ خالص اموی دور کا ہے، جب وہ فوجی کارروائیوں سے الگ تھلگ ہو چکے تھے اور صرف بحر روم کے غزوے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مفترضت کے سبب دوسرے صحابہ کی مانند شرکت کی تھی۔

پس منظر اور سبب نزول

حدیث جبریل کی بعض اسناد اور طرق سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدینی دور کی ہے، بل کہ اس کے اوآخر کی۔ ان میں بخاری وغیرہ کی مردیات حضرات ابو ہریرہ دویٰ وابوزر غفاری رضی اللہ عنہما خاص طور سے اس دور کی ثابت ہوتی ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی حدیث جبریلؓ تو اموی دور کی ہے۔ حضرات یحییٰ بن میصر اور حمید بن عبد الرحمن حمیری رحمہما اللہ نے اپنے فرزق حجع / عمرہ کے دوران حضرت ابن عمرؓ سے ملاقات کی۔

اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بصرہ میں معبد جنی کے عقیدہ قدر کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہی اولین مفکر عقیدہ تھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ان دونوں نے بیان کیا کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی شے نہیں: و انہم یہ زعمون ان لاقدر و ان الامر انف..... حضرت ابن عمرؓ نے ان سے برآت کا اظہار کیا اور پھر حدیث جبریلؐ اپنے والد ماجد کی سند سے نقل کی۔ اس کے آخر میں قدر کے خیر و شر پر ایمان رکھنے کا بیان نبوی موجود ہے۔ یہ تاریخی پس منظر اس کا وقت روایت بیان کرتا ہے مگر اس کا وہ بعد کا مرحلہ ہے۔ اصلاح وہ حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت ہے جو کافی پہلے ہو چکے تھے اور انہوں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے برآ راست سنی تھی اور وہ بہر حال عہد نبوی کا مدنی دور ہی تھا۔

ایک حدیث مسلم (۹۹) (۱۰) سے سبب/شان نزول حدیث جبریل کا پتہ چلتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے حاضرین مجلس سے دین کے بارے میں پوچھنے کو فرمایا مگر صحابہ حاضرین متعدد ہو گئے، اور سوال نہ کر سکے۔ اس پس منظر میں حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہوئے اور ایمان و اسلام وغیرہ کے بارے میں سوالات کئے۔ حدیث نسائی سے یہ دل چسپ حقیقت بھی ابھرتی ہے کہ اس حدیث کا بیان ایک خاص چبورتہ نبوی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرمائونے کے دوران ہوا تھا، جو صحابہ کرام نے خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنا یا تھا اور یہ خالص مدنی دور کا واقعہ ہے۔

مدنی دور میں یا بعد کے اموی عہد میں حدیث اسلام اور حدیث جبریلؐ کی روایت و ترسیل کا کیا ممکن ہے۔ کیا اسلام کے ارکان خمسہ کی تعلیم و تفہیم بھی مدنی دور کی ہے یا متأخر دور خلافت راشدہ و امویہ کی ہو سکتی ہے۔ کم از کم کوئی ایک شخص بھی اسے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو گا کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایات/روایات اموی دور کی ترسیل کو اولین ترسیل حدیث یا تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ وقت روایت و ترسیل اصلاح تعلیم نبوی یا اصول اسلامی یا تنزیل قرآن کی ہی لازمی طور سے وقت تعلیم و تفہیم نہیں ہوتی یا ہو سکتی ہے۔ جیسے آج اکیسویں صدی عیسوی پندرھویں صدی ہجری میں اسلام کی اس حدیث نبوی کی اشاعت آج کی تعلیم نہیں لازماً اسے عہد نبوی کی تعلیم اور ترسیل کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کے مکار تو دشمنان دین بھی نہیں۔

بلاشبہ عہد نبوی میں کمی دور اور مدنی دور کے دوادوار تعلیم و تربیت اور تنزیل قرآنی کے ہیں۔ لیکن ان دونوں کی صراحةً ووضاحت تنزیل قرآنی کے معاملے میں کمی اور مدنی سورتوں کی تقسیم بلا ریب کردیتی ہے۔ اس میں بھی ایک اصول قرآن و تفسیر بھی ہے اور وہ یہ کہ بسا اوقات تنزیل مدنی ہو سکتی ہے اور ہوتی بھی ہے مگر حکم و تعلیم کمی دور کی ہوتی ہے، جس کی مثال زیادہ تر وضو کی آیت کریمہ سورہ نساء کی بالعوم دی جاتی ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وضو کا حکم کمی ہے اور ابتدائی دور کا ہے اور اس کا قرآن مجید میں بیان مدنی دور کا ہے۔ اس مدنی حکم و تنزیل کو کمی حدیث و تعلیم نبوی کی تصدیق و تائید ہی سمجھا گیا ہے اور یہی انصاف و حکمت کی بات بھی ہے۔ اسی سے ایک اور اہم اصول و قاعدے کی تخریج کی جاسکتی ہے اور کمی بھی گئی ہے کہ بہت سے اسلامی احکام و قواعد و تعلیمات اصلاً کمی دور کی ہیں اور ان کی قرآن مجید میں تنزیل و بیان محض وحی خفی کی وحی حلی سے تائید ہی ہے۔

اس حدیث اسلام اور اسلام کے ارکان خمسہ کی حقیقت کا ارتباط قدیم ترین پس منظر سے ہے۔ مخفی کمی دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کمی دور میں بعثت سے ضرور فراز کیا گیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کا آغاز نہیں ہوا۔ بعثت محمدی سے قبل کے زمانے کو اسلام کا زمانہ کہنا ہی غلط ہے۔ اسلام تو اللہ تعالیٰ کا واحد پسندیدہ دین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے دنیا میں اولین بار متعارف ہوا، یعنی اس کا نقطہ آغاز اس جہان رنگ و بوضعت آدم علیہ السلام کی تشریف آوری اور تعلیم و تبلیغ سے ہوا تھا۔ ان کے جانشین انبیاء کے کرام کے نسل درنسل زمانوں میں اس اسلام کی بنیادی صورت میں کوئی فرق نہیں ہوا، صرف بعض فروع شریعت میں ارتقا اور اختلاف ہوتا رہا۔ اصل اسلام سب انبیاء اور رسولوں کا ایک ہی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصل اسلام کو اپنے پیشوؤں سے وراثت میں بلا کم دکاست پایا تھا، اور پھر فروع شریعت میں یا فروع دین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے کامل و مکمل فرمادیا۔

”بُنی الْاسْلَام عَلَى حَمْس“، یا حدیث جبریل وغیرہ میں اسلام کے جن پانچ ارکان کا ذکر خیر ہے وہ شروع سے یعنی از آدم علیہ السلام تا خیر آدم صلی اللہ علیہ وسلم یک سال بے کم و کاست اور بے غل و غش رہے۔ یعنی تمام انبیاء کے دین اسلام اور شریعت کی مانند دین و شریعت محمدی میں بھی

یہ پانچوں ارکان شروع سے تھے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ رکھتا ہے کہ جب یہ پانچوں ارکان: ایمان بالله و بالرسول، نماز، زکوٰۃ، صوم اور حج۔ سابق انہیا اور مرسلین کے دین و شریعت میں تھے تو شریعت دو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمی دور مبارک میں بھی تھے۔

غلط فہمی یا غلط تاویل حدیث کا نتیجہ یہ نکلا کہ ارکان خمسہ میں سے کچھ کوئی دور کا اور بقیہ کو مدنی دور کا سمجھا گیا۔ متون حدیث میں صوف رمضان، زکوٰۃ مفروضہ اور حج الہیت کی وضاحتوں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی اور اس سے زیادہ ان تاویلات حدیث / احادیث و احکام ہمارے مزعمہ اوقات و ادوار سے ہوئی۔ عام خیال یہ جنم گیا ہے کہ کمی دور نبوی میں صرف ایمان بالله و بالرسول یعنی شہادتیں کا حکم و نفاذ کیا گیا تھا۔ اور کسی قدر نماز کا نماز/صلوٰۃ کی متعدد مسنون ادعیہ اور ما ثور احکام وغیرہ و بھی مدنی ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور بقیہ تین زکوٰۃ، روزہ اور حج تو خالص مدنی دور کے فرض یہیں ان کا کمی دور میں وجود اور نہ ان پر عمل۔ اس عوای خیال و رجحان خام نے جہاں عام اہل علم کو گم را کیا ہے علماء ماہرین کو بھی بے راہ کیا۔

اس غلط العام عقیدے کو تسلیم کر لیا جائے تو حدیث ”دنی الہاسلام علی خمس“ کے مطابق کمی دور میں اسلام صرف ۲/۵ تھا، زیادہ سے زیادہ یعنی شہادتیں اور ان کے ساتھ نماز و صلوٰۃ، بقیہ تین ارکان / ستون اسلام وقٹا نو قٹا یعنی مدت بے مدت بعد آئے اور اس دوران اسلام ناقص رہا یعنی زکوٰۃ کی فرضیت و تعلیم ۳/۲۲۵ میں ہوئی اور روزہ رمضان کی ۲/۲۲۵ میں فرضیت و وجوب ہوا۔ اس کا مطلب ہوا کہ ۲/۲۲۵ تک اسلام ۵/۳۲ آیا تھا اور ۳/۲۲۵ تک ۵/۲۲۵ آیا تھا اور ناقص رہا اور حج تو مشہور قول کے مطابق ۹/۲۳۱ تک فرض ہوا۔ بعض دوسرے اقوال کے مطابق وہ ۵/۵ یا ۶/۲۲۸ یا ۷/۲۲۹ یا ۸/۲۳۰ میں فرض واجب ہوا۔ لہذا اسلام ان احکامات کی مشروعیت تک ان اقوال کے مطابق ناقص رہا۔ جمیعی طور سے اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور حیات مبارک کے او اختر تک ناقص رہا۔ کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے۔

اصل اسلام کا معاملہ

کلی اسلام اور مدنی اسلام کا فرق و امتیاز محض ادوار کو اور بالخصوص تاریخی و اقعاد کو سمجھنے کے لئے ہے۔ جہاں تک اسلام، دین اور شریعت کا تعلق ہے تو وہ جو ہری طور سے وہ ایک ہے اور کمی

دور نبوی اصل ہے۔ انبیاء کے سابقین کی شریعت دین کے تسلسل سے بھی اس حقیقت جو ہری کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ پھر بنیادی احکام و تعلیمات کے لحاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل اسلام کی دور کا محمدی دین و شریعت میں بھی ہے۔ صرف اصل اور فروع کے باہمی ربط و ارتباط کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جس پر بحث کچھ دیر بعد آتی ہے۔

متعدد علمائے اسلام اور مفکرین امت نے اسلام کے ارکان خمس کو کمی دور کا ہی تسلیم کیا ہے۔ ان کا خیال و نظر یہ بل کہ عقیدہ محض ان کے تکریفہم اور کسی خوش گمانی اور خوش عقیدگی پر بنی نہیں ہے۔ بل کہ اس کی تائید مزید اور اصلاً اصل تائید و اظهار قرآن مجید کی آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے ہوتی ہے۔ ان دونوں منابع تکریفہم۔ تصریحات علماء و مفکرین و تصریحات قرآن و حدیث۔ کا واضح اعلان ہے کہ اسلام میں روز اول سے یہ پانچوں ارکان۔ ایمان/شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ موجود و کارفرماث ہے۔

ان مفکرین اسلام اور محمد شین عظام میں متعدد دوسروں کے علاوہ بعض عظیم شخصیات شامل ہیں۔ سردست ہم صرف تین اکابر کے نظریات و مباحثت سے سرسری تعریض کریں گے کہ مفصل و مدلل کلام ایک کتاب میں ہو چکا ہے۔ یہ اکابر شاعر ہیں: حافظ ابن کثیر دمشقی شافعی (اساء علیل بن عمر، م ۲۷۳ / ۱۳۷۳) امام شاطی (ابراہیم بن موسی الحنفی غزنی مالکی، م ۹۰۰ / ۷۷۴) شاہ ولی اللہ دہلوی (احمد بن عبد الرحیم فاروقی، م ۶۲۲ / ۱۱۷) اور ان کی افکار و نظریات کی بنیادیں پیوست قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیمات و دلائل بھی زیر بحث آئیں گے۔

حدیث اسلام کا اولین رکن و عماد شہادتیں یا ایمان باللہ و بالرسول ہے۔ اور یہ سب کو تسلیم ہے کہ شہادتیں ہمیشہ سے مطلوب و مقصود رہے ہیں اور ہر جیسی کرم علیہ اسلام کے زمانے میں ان کی نبوت پر ایمان لانا بھی ایمان باللہ کی طرح ضروری تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معاملہ رسول کرم ہی کے واسطے سے ممکن تھا۔ رسالتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہوا۔ دوسری شہادت کا اس حدیث پاک میں ذکر خاص یوں ہے کہ نبوت و شریعت محمدی ایک واقعہ بن چکی تھی۔ اور نہ صرف اپنے زمانے یعنی حیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران کا وہ واقعہ مسلمہ تھی بل کہ تمام آنے والے ادوار کے لئے بھی، اور یہ اس بنا پر ضروری اور ناگزیر ہوا کہ بعثت و رسالتِ محمدی ختم نبوت کو بھی مستلزم

تحقیقات حدیث۔ ۵

۵۷

حدیث بیتِ الاسلام علی خمس

و مستوجب ہے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت ہی پر نہیں مل کر ختم نبوت اور ختم رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور یہ قیام قیامت تک کے لئے ہر ایک شخص، ہر ایک جماعت اور ہر ایک قوم کے لئے واجب وفرض ہے۔

ادارہ رسالت کے تسلسل اور سلسلہ نبوت کے پیغم جاوداں ہونے کی وجہ سے اسلام کا ایک اور ایمانی یا شہادت کا جزو یہ ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و ختم نبوت کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے سابقین پر بھی ایمان لانا ضروری اور صحت ایمان و شہادت کے لئے ناگزیر ہے اس میں صرف یہ حکمت مضمرا و پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی ایک نبی و رسول کا انکار سب کا انکار ہے، بل کہ یہ حقیقت بھی موجود ہے کہ افراد رسالت و نبوت خواہ تقدیر کرتے ہوں مگر نبوت و رسالت کا عقیدہ ایک ہے۔ جس طرح ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی تو حید وحدانیت کا عقیدہ ایک رہا ہے، لہذا نبوت و رسالت سے سرفراز افراد کے اجزاء نبوت پر ایمان لانے سے نبوت کے کل پر ایمان ہوتا ہے اور یہ کلی ایمان لازمی حصہ ہے۔

حضرت امام شاطبیؒ نے المواقفات میں کتاب کے اصل مضامون اصول فقه کے لحاظ سے بحث کی ہے۔ تمام اصولی علماء و فقہاء کرام کا اجماع ہے کہ شریعت جن اصول کی کی حفاظت کے لئے آتی ہے وہ پانچ چیزیں ہیں:

۱۔ دین۔ ۲۔ نسل۔ ۳۔ نفس۔ ۴۔ عقل۔ ۵۔ مال۔ اور یہ پانچوں اصول کلیہ کی دور میں آئے تھے، خواہ اس کی تفسیر و تشریع اور تکمیل مدنی دور میں ہوئی ہو۔ مدنی آیات و احکام میں جو کوئی کلی اصل نظر آئے تو غور کرنے پر وہ اپنے سے زیادہ عام کی نسبت سے صرف جزئی معلوم ہو گا، یا کسی کلی اصل کی تکمیل نظر آئے گا۔ اور یہ تمام اصول کلیہ کی ہیں۔ حضرت امام شاطبیؒ نے ان تمام پانچوں کے کمی نزول و نفاذ پر قرآنی آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

اذار آیت فی المدنیات اصلاً کلیا فتاملہ تجده جزئیا بالنسبة الی ما هر

اعمر منه ، او تکمیلاً لاصل کلی ، و بیان ذالک ان الاصول الكلية التي

جاءت الشريعة بحفظها خمسة: وهى الدين ، والنفس ، والعقل ،

والنسل ، والمال اما الدين فهو اصل مادعا اليه القرآن والسنة واما

نشاعنهمما ، وهو اول منزل بمكة ، واما النفس فظاهر انزال حفظها

موسوعہ فهارس مجلات علمیہ | دینی ریسٹ ایجنسی اسلامی

بِمَكَّةَ، وَمَا الْعُقْلُ فَقَدْ وَرَدَ فِي الْمُكَيَّاتِ مَجْمَلاً

وَمَا النَّسْلُ فَقَدْ وَرَدَ الْمُكَيَّ منَ الْقُرْآنِ بِتَحْرِيمِ الزُّنْيِّ وَالْأَمْرِ بِحَفْظِ

الْفِرَوجِ إِلَى الْأَزْوَاجِ الْخَ

وَمَا الْمَالُ فَوْرَدَ فِيهِ تَحْرِيمُ الظُّلْمِ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتَمِّ وَالْأَسْرَافِ

وَالْبَغْيِ وَنَقْصِ الْمُكَيَّالِ وَالْمَيْزَانِ الْخَ (۱۳)

ان اصول کا یہ کے علاوہ امام شاہ طہی کی بحث میں حدیث اسلام کے بقیہ چار اکان پر بھی بحث ہے۔ ان چاروں پر مختصر مختصر بحث بقیہ دو امامان فکر سے بھی کی جا رہی ہے، کیوں کہ الگ الگ بحث میں تکرار کے علاوہ طولی کلام کا بھی خدشہ ہے۔

صلوٰۃ/نماز

آیات قرآنی اور احادیث نبوی دونوں کا اجماع ہے کہ نماز (صلوٰۃ) ہمیشہ اسلام کا ایک رکن رہی ہے۔ شریعت و دینِ محمدی سے بہت پہلے سے اس کا غیر مقطع تسلسل چلا آ رہا ہے کہ وہ ہر نبی کی امت کا فریضہ تھی۔ دوسرے انبیائے کرام کی سابقہ امتوں سے قطع نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نو تعمیر کعبہ کے وقت سے اس کا تسلسل متاثر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کا مقصد یہ بتایا تھا کہ ان کی ذریت نماز قائم کرے اور خود وہ تو نماز قائم کرنے والے تھے ہی (۱۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے اہل کو اقامت صلوٰۃ کا حکم دیتے تھے (۱۶) حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے تمام انبیائے کرام کو اقامت نماز کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر عمل کرتے تھے۔ (۱۷)

سورہ مریم کے مطابق نا غلط جانشینوں نے نماز ضائع کر دی تھی: اضاعوا الصلوٰۃ (۱۸) تا ہم وہ بے قول شاہ ولی اللہ عرب جاہلی میں بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری رہی اور صحیح ذریت اسماعیل نے تو اس کی حفاظت کی، دوسرے مذاہب آسمانی یہودیت و نصرانیت وغیرہ کے بیرون واؤں کے درمیان بھی نماز کا وجود تسلسل متاثر ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اس کی شکل و صورت سے زیادہ اس کی روح و باطن کو خراب کیا تھا۔ خواہشات کی پیروی میں عہد جاہلی اور عہد قبل بعثت نبوی میں نماز کے جاری رہنے اور پڑھنے جانے کے شواہد بہ کثرت ملتے ہیں اور وہ قبل اعتماد

ہیں۔ بعثت محمدی کے معا بعد میں کفر آن کریم کی تنزیل کے ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز کی تعلیم دی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو سکھائی تھی اور بعد میں دوسرے مومن صحابہ کرام کو اس کی تعلیم دی تھی۔ اول اول وہ یک وقتہ یا دو وقتہ صبح و شام کی تھی اور اسرا و معراج میں نماز پیش گانہ پوری طرح فرض ہو گئی تھی۔ (۱۹)

زکوٰۃ و صدقات

نماز قائم کرنے کا حکم دینے والی آیات کریمہ میں سے متعدد میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی شامل ہے۔ ان میں کمی آیات کریمہ بھی شامل ہیں اور مدینی آیات کریمہ بھی۔ موخر الذَّکر کا معاملہ تو واضح ہے کہ عام خیال کے مطابق ہے۔ کمی آیات کریمہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کے حکم کی خاص اہمیت ہے کہ وہ کمی اسلام میں زکوٰۃ کے ایک رکن اسلام کو بتاتی ہیں۔ جیسے اعراف: ۵۶، مومون: ۳، نبیل: ۳۹، روم: ۲۰، لقمان: ۲۰، فصلت: ۲۰ وغیرہ اور سابقین انبیاء کے طبق نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم رباني اسلام کے ایک مال تیرے رکن کے تسلسل کو بخوبی واضح کرتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ اپنے اہل نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیتے تھے۔ اور حضرت عیینی کو اسی رکن اسلام کے ادا کرنے کی وصیت اللہ تعالیٰ نے کی تھی: وَاوَصَانِي بِالصُّلُوةِ وَالزَّكُوٰۃِ۔ (۲۰)، اور سورہ انبیاء کے مطابق تمام انبیاء سالقین کو خیر کے کاموں کے عالم حکم کے علاوہ بطور خاص نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا تھا:

وَأَوْ حَيْنَا إِلَيْهِمْ فَعْلُ الْخَيْرَاتِ وَاقْتَمِ الْصُّلُوةَ وَإِيتَاءِ الزَّكُوٰۃِ وَكَانُوا لَنَا

عبدین (۲۱)

یہ ان آیات کریمہ کے علاوہ ہیں جن میں انفاق مال/صدقات ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یا اس کی تعریف کی گئی ہے۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ انفاق کو صدقات سے یا خالص انفاق کے لفظ و تعبیر سے بیان کیا جاتا ہے۔ اور جب زکوٰۃ یعنی رکن اسلام کا ذکر خیر آتا ہے تو اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے، اور انفل صدقہ وغیرہ مراد نہیں ہے۔ امام شاطبی، ابن کثیر، شاہ ولی اللہ اور متعدد دوسرے علماء مفسرین و محدثین نے وضاحت کی ہے کہ عرب جاہل میں بھی فرض زکوٰۃ

اور نفل صدقہ کا تصور عمل موجود تھا اور بعثت محمدی کے ساتھ وہ مکی اسلام کا رکن رکین بن گیا تھا۔

حج، عمرہ، طواف

ماقبل ادوار رسالت سے قطع نظر اذان ابراہیمی کے وقت سے حج اسلام کا رکن بن چکا تھا اور کم از کم عربوں میں حج اور اس کے ارکان اور دوسرے احکام و رسوم و شریعتیں بھیش رائج و جاری رہے تھے۔ حتیٰ کہ مشرکین عرب نے بھی اس اسلامی رکن رکین کی حفاظت کی تھی اور اس پر سالانہ عمل کیا کرتے تھے۔ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور شواہد سنیت و تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ کمی دور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نفس اور دوسرے صحابہ کرام نے حج اور عمرے مسلسل کئے تھے، اور ان کو اپنی شریعت اسلام کا رکن سمجھا تھا۔ سورہ حج کی اس آیت و آذن فی النَّاسِ بِالْحَجَّ یَأَتُوكُمْ رِجَالًا وَ عَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجْ عَمِيقٍ (۲۲) میں سوت میں ہونے کے باوجود کسی نے بھی فرض مدینی نہیں سمجھا۔ یہ دین و شریعت ابراہیمی میں فرض تھا اور اپنے تاریخی اور دینی تسلسل کے ساتھ عرب جاہلی میں ایک دینی فرض رہا، اگرچہ وہ دین حنفی کا ایک رکن و فرض تھا۔ اسی دین حنفی کا احیا و تسلیل اور اصلاح بعثت و شریعت محمدی کا مقصد عظیم تھا، بقول شاہ عبدالحی حدیث صحیح کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے هجرت سے قبل کم از کم تین حج ادا فرمائے تھے اور تاریخی روایات کے مطابق بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد مسلسل ہر سال حج ادا فرمائے تھے کہ اس سالانہ ادا یگل کی حکمتیں اور تھیں، عرب قبائل اور بالخصوص مدینی مسلمانوں کے حج ادا کرنے کے لئے واقعات اس کی فرضیت و رکنیت کو ثابت کرتے ہیں۔ حضرات ائمہ تلاش میں سے امام شاطبیؒ نے صوم کی مانند اس کو مدینی دور کا تکمیلی فرض / حکم قرار دیا ہے، اور امام ابن کثیر اور شاہ ولی اللہؓ نے حج کی کمی فرضیت و رکنیت کی وضاحت کی ہے۔ اصولی بحث بعد میں آتی ہے۔

اصولی مباحث

اسلام کے خاص پسندیدہ دین ربانی ہونے کی حقیقت ہی بتاتی ہے کہ اول روز سے اس کے پانچ ارکان، دعائم اور ستون ہیں جن پر اس کی تعمیر کی گئی ہے اور ان میں سے ایک کی یا فقدان اس کی عمارت ناقص کر دے گا۔ اسی بنا پر بعض مفکرین اسلام کا یہ خیال و نظریہ بالکل صحیح ہے کہ تمام شرائع اسلامی میں یہ ارکان خمسہ موجود رہے ہیں۔ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور تاریخ انسانی

سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ اس کے غیر منفك اجزاء ہیں، لہذا ان کا تسلیم حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم تک بلا انقطاع چلا آ رہا ہے۔

دینِ حنفی سے عرب جاہلی میں ان ارکان خمسہ کا تصور بھی پایا جاتا تھا اور ان پر کسی نہ کسی حد تک عمل بھی، بلاشبہ قریش کم کے تجاوزات اور جاہلی عربوں کے انحرافات نے دینِ حنفی کی شکل و صورت منع کر دی تھی۔ تاہم ان میں اللہ تعالیٰ کے رب کائنات ہونے کے عقیدہ کے ساتھ تو حید کا کسی حد تک تصور و عقیدے بھی باقی تھا۔ نبوت اور انبیاء و مرسیین کے ادارے اور ان کے کاربنوں سے بھی عرب خوب و اتفاق تھے اور عقیدہ بھی رکھتے تھے، بقیہ چار ارکان اسلام۔ نماز، زکوٰۃ، صوم، روزہ، حج۔ کا ان میں چرچا بھی تھا اور عمل بھی۔ وہ بالکل بے بہرہ نہ تھے۔

بعثت و رسالت اور تنزیل قرآن مجید کے ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی شریعت بھی اسی طرح کی دور میں عطا کی گئی تھی، جس طرح دین اسلام عطا کیا گیا تھا۔ دونوں دین و شریعت لازم و ملزم ہیں۔ شریعت دین ہی کا احکامی حصہ یا قانونی اور فقہی اور تشریعی جز ہے اور وہ دین کے کل کا ایک لازمی جز ہے۔ کمی آیات و سورت قرآن کریم اور تیرہ سالہ کمی احادیث و سنن نبی نے ان دونوں کی صورت گردی کی تھی۔ اسلام کے ارکان اربعہ خاص کر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے احکام کا ایک وسیع ترکی باب ملتا ہے۔

اصل اور فروع کا ارتباط و فرق

عام اہل قلم نے ”اصل“ اور اس کی ”فرودع“ کا دراک کیا ہے فروع کا اصل سے ارتباط کا۔ اس وجہ سے کمی دور کے اسلام اور دین و شریعت کے باہمی ارتباط و تفاسیل کی تفہیم مشکل ہوتی۔ ائمہ شاہ عبدالکریم، شاطی، شاہ ولی اللہ نے بالخصوص اور متعدد دوسروں نے ان کی صحیح تفہیم پالی۔ لہذا ان کی نگارشات میں نہ صرف اصل اور اس کی فروع کا ارتباط و تعلق زیر بحث آتا ہے، بل کمی دور نبؤی میں شریعت اسلامی کا ارتقا بھی دکھائی دیتا ہے۔ خاص اسلام کے ارکان اربعہ کے احکام کے حوالے سے نکات بیش ہیں:

امام شاطیؒ کی خاص مذکورہ بالا نصل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام اصولی احکام شریعت کمی دور میں عطا کئے جا چکے تھے اور مدنی دوزی میں صرف ان کی تکمیلی صورتیں اور کلیات کی جزوی تھا صیل دی موسوعہ فہارس مجلات علمیہ | دینی رشتہ انجمن دجلہ کتابخانہ اشراطیہ

گئیں۔ ارکان اسلام کے حوالے سے ان کی وضاحت ہے کہ نماز مکہ میں موجود تھی اور اس کے متعدد احکام کی سورتوں میں ہیں، اسی طرح زکوٰۃ بھی کمی اسلام کا دوسرا کرن تھی اور روزے اور حجج کے مدنی احکام صرف تکمیلی نویعت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دونوں بھی کمی دور میں موجود تھے اور شریعت و دین محمدی کا حصہ تھے اور ان پر سب کا عمل بھی تھا۔

امام ابن کثیر نے اصل اور فروع کے باہمی تعلق و تقاضاً پر نہت و واضح اور مدل جست کی ہے۔ ان کے مطابق ارکان اربعہ۔ نماز، زکوٰۃ، صوم و حجج۔ کی ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر ایک کی متعدد فروع ہیں۔ کمی دور میں اصل الصلاۃ مخصوص دور کعت نماز تھی، جس میں تمام ارکان و شرائع اور ہیئت نماز پائی جاتی ہیں۔ دو وقت یا پنج وقت نماز اس اصل الصلاۃ کی فروع ہیں۔ اسی طرح متعدد احکام و شرائع بھی فروع ہیں۔ زکوٰۃ کی اصل کے میں یہ تھی کہ لوگ مال کا ایک حصہ را خدا میں نکالتے تھے، مقادیر الزکوٰۃ جو مدنیے میں فرض ہوئے وہ فروع ہیں۔ روزہ صوم کی دین و شریعت میں موجود اور فرض اور اسلام کا ایک رکن دوسری شرائع کی مانند تھا۔ اصل الصوم صرف ایک دن کا روزہ ہے، جس میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے احتراز کرنے کا حکم ہے اور وہ عاشورا کے یک روزہ روزے سے پورا ہو جاتا ہے اور رمضان کے پورے ماہ کا روزہ یا تیس دنوں کے روزے اس اصل الصوم کی فروع ہیں۔ جس طرح کمی دور میں ہر ماہ کے تین روزے فروع تھے، حج کی اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے بلا انقطاع چلی آرہی تھی اور کمی شریعت میں موجود اور اسلام کا رکن تھی، اس میں عرب اخلاق اور تجویزات کی اصلاحات قرآنی و نبوی فروع کا درجہ رکھتی ہیں اور اصل کی شانصیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ججۃ اللہ البالغ کے ابواب ارکان اربعہ میں اس پر جست کی ہے۔ اصل الصلاۃ اور فروع الصلاۃ اور اصل الزکوٰۃ اور اس کی فروع، اصل الصوم اور اس کی فروع اور اسی طرح اصل الحج اور اس کی فروع پر ان کی بحث حضرت ابن کثیرؓ سے زیادہ مدل و مفصل اور معنی خیز ہے۔ بحث اول/ قسم اول کے مختصر ابواب۔ اسرار الصلاۃ، اسرار الزکوٰۃ، اسرار الصوم، اسرار الحجؓ میں ان کے اصول سے بحث کی ہے اور پھر قسم دوم کے اندر ان ارکان اربعہ کے اصل/ اصول اور ان کی فروع سے بھی کی ہے۔ حضرت شاہؓ کی حکیمانہ تفصیل میں سنن کی بھی اصل اور لکن کے فروع کی بحث ملتی ہے، جو غالباً ان کی اختراع ہے۔ مثلاً نماز کی اصل کا حکیمانہ بیان موسوعہ فهارس محلات علمیہ | دینی مشائیں و جملہ کا جامع اشاعتیہ

یہ ہے کہ تین چیزیں اصل اصولہ ہیں:

۱۔ جلال و عظمت کے لئے قلب کا خضوع و خشوع

۲۔ اس کی عظمت و جلال الہی کی تعبیر زبان مصلی سے اور

۳۔ اس خضوع کے مطابق جو ارجح و اعضا کی تادیب۔

اسرار کے ابواب میں اس حکیمانہ انداز میں ان کی اصل اور ان اصول کی فروع سے بحث کی ہے اور بعد کے ابواب میں ارکان و احکام کے حوالے سے سنن کی اصل اور ان کی فروع کی ایک مثال یہ ہے کہ تکبیر کے بعد فاتحہ کی قرأت سے قبل کے وقفے میں جو سکوت ہوتا ہے اس میں شاپڑی جاتی ہے۔ لہذا شایعے رب اصل ہے اور مختلف اذکار شناہیں کی فروع ہیں۔

اسی طرح رکوع و بخود میں تسبیح و تحرید اصل ہے، اور مختلف منون تسبیحات و اذکار اس کے فروع ہیں۔ قعدے کے دوران تشدید اصل اور مختلف تشدیدات اس کے فروع ہیں اور یہی حال درود اور دعا کی اصل اور ان کی فروع کا ہے۔ حضرت شاہ نے اس طرح تمام ارکان اربج کے اصول اور فروع سے بحث کی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اہل جاہلیت کے حال اور اس کی اصلاح نبوی کی مختصر فصل میں ارکان اسلام کے علاوہ دوسرے احکام شریعت اور اصول دین کے تسلسل پر بحث کر کے اس موضوع پر قیمتی مواد چھوڑا ہے۔ نماز، روزے، اور حج کے دین ابراہیمی سے غربوں میں آنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور عرب جاہلیت نے ان ارکان اسلام کے ابواب میں جو خرافات کی تھیں ان کے ازانے کی بات کی ہے۔ ان کا یہ لکھنے قابل لحاظ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چیزوں میں اصلاح کی جو خراج کر دی گئی تھیں۔ ان کے تمام اچھے کاموں، عمدہ رسوم اور اخلاق و اعمال کے محسان کو کسی طرح نہیں بدلا تھا بلکہ برقرار رکھا تھا۔ ان میں ارکان اسلام اور بعده کے علاوہ دوسرے حلال و حرام شرائع کا بھی ذکر ہے جن سے سردست بحث نہیں ہے۔ صرف شریعت اسلامی کی کے نقطہ نظر سے چند نکات پیش ہیں کہ دین و شریعت پر مشتمل مجموعی اسلام نظر آجائے۔ بقول شاہ ان عرب جاہلی میں بعض سنن موکدہ تھیں جو کھانے پینے، لباس و پوشش کا، اعیاد و رسوم، نکاح و طلاق، عدت و ماتم /نوحہ، بیویع و معاملات سے متعلق تھیں۔ نکاح میں محارم کا تصور عمل تھا۔ نکاحات فاسدہ جانتے تھے۔ قصاص و دیات و قسمام سے واقف تھے۔ زنا و اسرافے موسوعہ فہارس مجلات علمیہ | دینی رشتائیں و جملہ کا جامع اسناد

کی عقوبات وغیرہ بھی ان میں تھیں۔ کلی اسلامی دین و شریعت میں ان احکام پر بخاری و مسلم وغیرہ کے ابواب و کتب متعلقہ سے قسمی مواد ملتا ہے۔ (۲۳)

ارکان اربعہ میں تسلسل کے انقطاع کا نظریہ

قرآنی اور حدیثی بیانات و تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام شرائع اسلامی میں ارکان اربعہ اسلام کا تسلسل چلا آ رہا تھا۔ یعنی وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دین حنفی کے عرب بقیہ نقیہ میں موجود تھے۔ جب کہ مکرمہ میں حضرت محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام عطا کیا گیا تو بعض لوگوں کے نظر یہ کے مطابق، وہاں صرف اصول دین تھے اور احکام شریعت نہ تھے اور نہ ہی چار ارکان میں سے تین: روزہ، زکوٰۃ اور حج فرض تھے، وہ مدنی دور میں فرض قرار دیئے گئے۔ دراصلی لحاظ سے یہ فقط نظر ذرا بھی قابلِ لحاظ نہیں ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہو گی کہ مخفف عرب جاہلی قبل میں تو ان ارکان اربعہ کی فرضیت اور ان پر مسلسل عمل کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا، مگر اسلامی محمدی شریعت کے کمی دور میں ان میں سے بیشتر کی فرضیت ہی نہ تھی تو ان پر عمل کہاں سے کیا جاتا، یا ان پر عمل کا مطالبہ کیوں کر کیا جاتا۔ مگر تاریخی ثبوت و افراد عدد میں موجود ہیں کہ کمی دور کے مسلمان نے خواہ وہ قریشی کمی ہوں یا اوی، خزری مدنی ہوں یا دوسرے عرب قبلی کے ہوں۔ ان چاروں ارکان پر عمل کرتے تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان پر عمل کرتے رہے۔ جب وہ فرض نہ تھے تو ان پر ان کا عمل کیوں تھا؟ اور صرف اگر وہ سنت و مستحب یاد دین حنفی کے بقیہ نقیہ تھے جو ان کے زیر عمل تھے تو اور بھی حیرت انگیز بات ہے کہ ان سنن یا غیر ضروری احکام و ارکان پر عمل کر رہے تھے، لہذا مسنون احکام کا فقیہی درجہ نکل آتا ہے جو شریعت کا ایک اور اہم پہلو ہے کہ فرائض کے ساتھ نو افل و سنن پر بھی عمل تھا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہو گی کہ صرف کمی دور کے تیرہ برسوں میں تین ارکان اسلام معطل رہے، یا ان کی فرضیت معطل رہی۔ عرب جاہلی میں وہ فرض تھے اور کمی دور کے بعد وہ مدنی دور میں فرض ہوتے چلے گئے۔

ارکان اربعہ کی ادائیگی بہاذن نبوی

تمام علمائے اسلام اور فقہائے عظام کا یہ متفقہ اصول ہے کہ کمی دور میں شریعت و دین اسلام آجائے کے بعد اور صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے انہیں قبول کر لینے کے بعد کسی ایک فرد

مسلم کو بھی یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ دین و شریعت کے کسی امر پر اپنی مرخصی اور پسندے سے عمل نہ کر سکے، وہ اجازت واذن نبوی کا پابند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اجازت یا خاموش مرخصی کے بغیر کسی بھی دینی جزیئے پر بھی عمل نہیں کیا جاسکتا تھا، چنانچہ کہ صوم، زکوٰۃ / صدقہ اور حج و عمرہ اور طواف جیسے اہم ترین اركان اسلام اور ان کے فروع پر عمل کیا جاتا۔ اس کی نمائندہ اور اہم ترین تین چار مثالیں ہیں: ایک نماز جمعہ جو کمی دور میں مشروع ہوئی، اس کے تمام احکام شرعی جیسے خطبہ قبل نماز، دور کعات نماز اور نماز میں جہری قرأت اور متعدد دوسری فروع نماز جمعہ شامل ہیں۔ اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمی دور میں مکی میں صحابہ کرام کے ساتھ نماز جمعہ ادا نہیں فرمائی کہ اس کی راہ میں رکاوٹیں تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت و تصریح سے شریعتی مسلمانوں اور جواثی / عبد القیس کے مسلمانوں نے کمی دور میں اس کو ادا کیا۔ روزہ عاشرہ قریش کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رکھا، جو فرض کی علامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت اسلامی کمی کے مطابق تین حج ادا فرمائے اور طواف، عمروں کی تعداد تو بے انہا ہے۔ قبل ہجرت حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے رواج کے برخلاف عرفات میں قائم وقوف فرمایا۔

اور ان شرائع کے ان امور میں درآنے والے دوسرے اخرافات و تجاوزات اسی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور فرمائے اور صحابہ کرام نے ان پر عمل کر کے خالص اسلامی حج کئے۔ شریعتی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے کم از کم دو حج اکبر ہجرت سے قبل کے دو رسول میں ادا کرنے کے پختہ ثبوت ہیں، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت واذن سے کئے گئے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ اور[ؓ] جیسے انصاری صحابہ کرام اور بعض مہاجرین جیسے حضرت ابوذر غفاری و خباب بن ارت تیمی[ؓ] نے بعد ہجرت فرضیت کے مبنیہ وقت سے قبل عمرے اذن نبوی سے کئے تھے۔

ارکان اربعہ کے شرعی احکام

تمام صاحبان بصیرت و ادراک اور سارے اہل علم شریعت جانتے ہیں کہ ان چاروں اركان اسلام کے متعدد میں کہ بہت سے شرعی احکام ہیں۔ اور ان میں سے بیشتر میں کہ غالب اکثریت کی دوڑ کی ہے۔ یہ ایک طویل، مفصل و مدل بحث ہے، جو ایک ضخم و سیع کتاب میں کی جا چکی ہے۔

صرف بعض شرعی احکام ارکان کا ذکر انحصر کے ساتھ شریعت و دین کے باہمی ارتباط کو ظاہر کرنے کے لئے اور کمی دور میں ان کے نفاذ و ارتقا کو بتانے کے لئے ذیل میں بُشکل نکات رکن برکن درج کیا جا رہا ہے۔

نماز کے احکام

سب سے اول اور اہم ترین حکم یہ نظر آتا ہے کہ کمی دور ہی سے فرض اور نفل / سنت کا فرق پایا جاتا ہے، لیکن یہ اصولی احکام بقیہ تین ارکان اسلام میں بھی ملتے ہیں، اس لئے ان کا مختصر ذکر اسی سرفی کے تحت آخر میں ہوگا۔

نماز بُخ گانہ کی فرضیت کا ذکر اسرار و محراج کی احادیث و روایات میں آتا ہے اور ان میں ان کی رکعات کا ذکر بھی ہے۔ کمی دور میں فجر کی دور رکعت تھیں اور ظہر و عصر و عشا کی بھی دو دو ہی رکعات تھیں، صرف مغرب میں تین رکعات تھیں۔

حافظ ابن کثیر اور متعدد دوسرے اہل سیر و حدیث کے مطابق ان پانچوں نمازوں کی تعلیم حضرت جبریل کے ذریعے دی گئی تھی۔ ان روایات کے مطابق موقیت صلوٰۃ کے دورانے کی تیسین کی گئی: اول اور آخر وقت کی اور ان دونوں اطراف کے درمیان کا وقت تمام نمازوں کے اوقات نٹھبرے۔ موقیت الصلوٰۃ کی تعین کی ہے۔

حافظ موصوف کے مطابق فجر و مغرب و عشا میں جہری قرأت قرآن کریم کی اور ظہر و عصر میں سری قرأت کی تعین اسی موقع پر کی گئی ہے، لہذا قرأت کے تمام احکام اسی دور کے ہیں۔

کامل و معتمد دور رکعات نماز کے تمام اذکار و تبیحات کی تعلیم کی دور کی ہے، جس طرح مغرب کی نماز میں تینوں رکعات کی ہیئت اور اذکار وغیرہ کی ہے۔ ان ہیئت و اذکار کی تفصیل بہت ہی

اختصار کے ساتھ یہ ہے:

بُخبیر تحریکہ اور اس کے کہنے کے وقت کا نوں تک ہاتھ اٹھانے (رفع یہین) اور اس کے احکام کی ہیں۔ محمد شین و فقہا کی ایک بڑی جماعت کے مطابق دوسرے موقع رفع یہین بھی کی احکام رکھتے ہیں۔

بُخبیر تحریکہ کے بعد نہ اور اس کے اذکار، سورہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت / یا آیات کریمہ کا

ملانا، رکوع اور اس کی تسبیحات، قوہ اور اس کے اذکار، رکوع سے جدے میں جانے کا طریقہ اور اذکار جدے، دونوں مسجدوں کے درمیان جلسہ اور اس کا ذکر و تسبیح، سب کی احکام ہیں اور اسی طرح دوسری رکعت کے تمام اذکار بھی قعده میں تشهد / التحیات، درود / صلوٰۃ بر نبی ﷺ اور اس کے بعد کی دعا اور تسلیم (دونوں جانب) کی احکام ہیں۔

تین مسجدوں کی سنت کی دوڑ کی ہے کہ ہاتھوں کو بد وقت قیام اس طرح باندھا جائے کہ داہنابا میں کے اوپر ہے اسی طرح تسلیم میں پہلے دھنی طرف سلام پھیرا جائے پھر با میں طرف۔ دراصل تین مسجدوں کی سنت ہے۔

نماز تجدید کی مشروطیت کی ہے۔ پہلے فرض تھی اور ایک سال بعد روایات کے مطابق مسنون / نفل ہو گئی۔

دوسری صلوٰۃ اللیل بھی مسنون یا نفل نظر آتی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں کے احاطوں کی مسجدوں میں پڑھا کرتے تھے اور جن میں قرأت قرآن کر مشرکین مسخود ہوئے تھے۔

کمی سورتوں میں سجدہ کی آیات پر سجدے کا واجب / مسنون حکم کی ہے۔ سورۃ النجم کے سجدے کا واقعہ مشہور ہے، حتیٰ کہ حاضر مشرکین میں سے متعدد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ ادا کیا تھا اور حضرت شاہؓ نے جامی مشرکین میں سجدے کے وجود میں کامیابی سے استقرای کیا ہے۔

نماز میں کامل قوت کی دوڑ کا ہے یعنی سلام و کلام کا منوع ہونا۔ بحرت جب شہ کے معا بعد کا واقعہ ہے۔

زکوٰۃ کے کلی احکام

کمی دور میں حافظ ابن کثیر وغیرہ کے مطابق مقادیر زکوٰۃ نہیں فرض تھے، صرف زکوٰۃ کی ادائیگی فرض تھی، اسی کو اصل الزکوٰۃ کہا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قسم کے مال سونے چاندی، نقد، مویشیوں وغیرہ کا نصاب اس زمانے میں نہ تھا اور سالانہ گردش کے بعد فریضت کا اصول (حوالان حول کا قاعدہ) مقرر نہ تھا صحابہ کرام اپنی صواب دید سے اور بالاعجم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق رکوہ اموال ادا کیا کرتے تھے۔ جبکہ اور جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے نادار افراد و طبقات یا امت کے مجموعی مقادات کے لئے مال کی ضرورت ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمادیتے اور صاحبان مال و دولت اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا حصہ لا حاضر کرتے حتیٰ کہ وہ غرباً و مساکین بھی اس کا رخیر میں حصہ لیتے جو بعد کو فرضیت سے مستثنیٰ کر دیجے گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے یک سال اوصاف حسنے کے بیان میں ان مصارف کا ذکر ہے۔ عام اموال کی زکوہ کا ذکر مضمون انداز سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ اور متعدد دوسرے اکابر و اصحاب رحمۃ الرحمٰن کے عطیات اور مصارف میں ملتا ہے، جو وہ مسلمانوں کی بہبود اور امت اسلامی کے مقادات میں کرتے تھے۔ یہ ہے انفاق مال جس کی تعریف کی آیات کریمہ میں کی گئی ہے۔ زکوہ کی ہے اور اس کے وہی عام مصارف تھے جو بعد میں یتامی، مساکین، غرباً و فقراء، مسافروں، مجبوروں، غلاموں اور کثیروں وغیرہ کے بارے میں بیان کئے گئے۔ تخت کے انواع مختلفہ میں انفاق مال بھی شامل تھا اور وہ بروصلہ، حقن و عناق، صدقہ وغیرہ کے تحت خرچ کیا جاتا تھا۔ حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ کی روایات و احادیث تخت میں اس کا واضح ذکر خیر ملتا ہے، اور دوسری روایات میں بھی۔

صوم کے کمی احکام

دینِ حنفی، جامعی عرب اور کمی شریعت اسلامی تینوں میں تسلسل کے ساتھ روزے کے احکام ملتے ہیں۔ سب سے اہم روزہ کا تصور عمل ہے اور وہ یہ کہ طلوع فجر صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے گریز کیا جائے۔ کمی شریعت کے اس روزے اصوم ہی کی توسعی یا تصور مدنی دور کے روزہ رمضان میں نظر آتی ہے۔ اسی سے متعدد احکام روزہ ملتے ہیں، جیسے اظفار کا تصور و حکم عمل کہ آفتاب غروب ہوتے ہی کسی چیز کے کھانے یا کسی مشروب کے پینے سے روزہ کھول لیا جاتا تھا۔ اظفار کی بعض سنتوں جیسے میٹھی چیز سے کھولنے کا طریقہ و حکم بھی کمی بوسکتا ہے، کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم میٹھی چیز / خلوہ پسند فرماتے تھے اور یہ پسند مدنی عادت نہیں تھی بل کہ فطری پسند نبودی تھی، جو مستقل عادت اور مستقل پسندوں اور سنتوں کی مانندی کی دروسے جاری

رہی تھی۔ اسی طرح حجور اور سحری کا حکم بھی کی ہے اور اسے مدنی حکم حضن یہود کی مخالفت والی ایک قسم کی حدیث کی بنی پرنسپس کہا جا سکتا۔ حجور اسحری کے آداب و احکام دراصل سنت انبیاء میں شامل ہیں جو کمی شریعت میں بھی آئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بالخصوص اور دوسرے علماء شارحین نے بالعموم صراحت کی ہے کہ رمضان کی راتوں میں حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل شدہ قرآن کریم کا مدارسہ کرتے تھے۔ خواہ وہ ادبین رمضان نامیں میں کتنا ہی کم حصہ یوں نہ ہوتا۔ بقول حافظ موصوف ان میں بھرت کے قبل کے رمضان بھی شامل تھے۔ قرآن کریم اور رمضان کا ایک عجیب حکمت آمیز ارتباط ہے کہ بالآخر قرآن مجید رمضان ہی میں اتر اتحا اور سب کو تسلیم ہے کہ مکی دوڑ ہی میں شب تدریم اول اول اتر اور اخر عہد تک قریب نصف قرآن اتر چکا تھا۔

حج کے کلی احکام

حسب ارشاد نبوی حج کے احکام و مناسک عربوں کے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمی دور میں اس اصل سنت / سنن ابراہیم کے امین و دوارث و معلم تھے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھ سے اپنے جدا مجد کی سنن حج اور احکام حج وغیرہ سیکھ لیا کرو۔ احکام حج کا باب پوری ایک کتاب کو حیطہ ہے، لہذا صرف چند اہم ترین احکام حج و عمرہ و طواف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ان میں ہر قسم کے احکام۔ فرض، شرط، رکن، سنت / نقل شامل ہیں۔

حج کے دو بنیادی رکن۔ قیام عرفہ / عرفات اور طواف افاضہ کی احکام میں شامل ہیں عام عرب اور قریش میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقوف عرفات قریشی اخراجات کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے۔

طواف کے تمام ارکان، ہیات اور متعدد اذکار وغیرہ اور آغاز و اختتم کے طریقے، استلام ارکان اور تسلیم وغیرہ کی دوڑ کے ہیں۔ ایک طواف کے سات اشواط کی تعین بھی کی ہے۔

طواف کا جماعت یا کی وضو اور غسل ضروری کے بعد کرنے کو احکام میں کافی ہے۔

طواف حج / یا عمرے وحج کے لئے احرام کی شرط بالخصوص مردوں کے لئے دو بلائی
چادریں اور ان کے متعلقہ بہت سے احکام کی ہیں۔

بے حالت عریاں طواف نہ کرنے کی الہی ممانعت کی دور کی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے لرکپن میں بارہ سال کی عمر شریف میں تعمیر کعبہ کے وقت از ارتاری ہی تھی کہ بے ہوش
ہو کر گر پڑے اور اسی عالم بے خودی میں ہدایت کی گئی کہ بھی عریاں نہ ہوں۔ امام بخاریؓ نے اسی
سے اولين ممانعت طواف عریاں کا حکم نکالا ہے جو اہم ترین ہے۔

غرض کہ ہر طرح کے طواف، یا عمرے اور حج کے احکام وہ سب کے سب کی شریعت محمدی
میں تھے۔ صرف بعض کا اضافہ، اصلاحی عمل اور تکمیلی حصہ مدینی دور کا ہے۔

سورہ بقرہ کا واضح بیان ہے:

يَا يَهُآ الَّذِينَ آمَنُوا كَتَبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِكُمْ (۲۲)

ایمان والو تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے قبل دوسرا
قوموں اور ملتوں پر فرض کئے گئے تھے۔

اس واضح بیان الہی کے بعد کسی اور شہادت اور گواہی کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ روزہ بھی
تمام اسلامی شریعتوں میں فرض تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کمی دور میں اسلامی محمدی شریعت
کے عطا کئے جانے سے قبل بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔

حدیث بخاری کے مطابق قریش جالمیت میں عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اور آپ صلی
الله علیہ وسلم بھی رکھا کرتے تھے۔ اور بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزے
رکھنے کا حکم مسلمانوں کو دیا تھا اور امام ابوحنیفہؓ کے مطابق وہ فرض روزہ تھا، اس کے علاوہ ہر ماہ کے
تین روزے، یعنی ایام بیض کے روزے بھی فرض تھے، اور بعض کے خیال میں وہ سنت تھے۔ کمی دور
میں روزہ بہ ہر حال تھا، البتہ رمضان کے تین روزوں کی فرضیت ہوئی تو عاشورہ کے روزے کی
فرضیت منسوخ ہو گئی اور دوسرا روزوں کی بھی۔ تاہم ان کو ہر ماہ کے تین روزوں اور سالانہ
عاشورا کے روزے کو اسلامی محمدی شریعت نے برقرار رکھا، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
حکمت بالغ سے ان کو اپنی سنت / مسنون کا درجہ عطا فرمادیا۔ امام دہلویؓ اور دوسرے تمام امامان

تحقیقات حدیث۔۵

۷۱

حدیث بُنِيَّ الْأَسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ

حدیث و تفسیر اور مجتهدین اسلام نے ان روزوں کی حکمت و حکم کو تسلیم کیا ہے، اور صراحت کی ہے کہ وہ عرب جاہلی میں ایک جاری سنت تھی اور کی شریعت میں بھی روزہ اسلام کا ایک رکن تھا۔

حوالہ جات

- ۱۔ بخاری: رقم الحدیث ۸، طرف حدیث ۲۵۱۵
- ۲۔ مسلم: رقم الحدیث (۱۹) (۱۶)
- ۳۔ ایضاً: رقم الحدیث (۱۱۲)
- ۴۔ ایضاً: رقم الحدیث (۱۱۳)
- ۵۔ ایضاً: رقم الحدیث (۱۱۳)
- ۶۔ ترمذی: رقم الحدیث ۲۲۰۹
- ۷۔ نسائی: رقم الحدیث ۵۰۰۳
- ۸۔ اسد الغاب: ج ۱، ص ۳۔ الاصابہ: رقم ۳۸۳۲
- ۹۔ بخاری: رقم الحدیث ۵۰

- طرف حدیث: ۷۷۷، فتح الباری: ج ۱، ص ۱۲، ۱۵۲ و مابعد، کتاب الشیر، سورۃلقمان، فتح الباری: ج ۱، ص ۲۵۲، و مابعد۔ کتاب الایمان کا باب بخاری کافی مفصل ہے۔ باب سوال جریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ وبيان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۰۔ حدیث مسلم: (۹۳) (۸)
 - ۱۱۔ حدیث مسلم: (۹۷) (۵)
 - ۱۲۔ ترمذی: رقم ۲۶۱۰۔ ابواب الایمان، باب ماجاء فی وصف جریل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والاسلام.....وفی الباب عن طلحہ بن عبید اللہ وانس بن مالک وابی هریرۃنیز تصریف وبحث بر اسناد اور دوسری روایات حدیث جریل علیہ السلام۔
 - ۱۳۔ نسائی: کتاب الایمان وشرائعہ، باب صفة الایمان والاسلام۔
 - ۱۴۔ شاطئ۔ المواقفات فی اصول الشریعۃ۔ مطبع رحمانیہ مصر، مرتبہ شیخ عبدالقدوس دراز: کتاب الادلة الشرعية، المسکلة الثامنة: ج ۳، ص ۲۶۔ ۷۷ و مابعد
 - ۱۵۔ ابراہیم: ۳۷، ۳۰ وغیرہ
موسوعہ فهارس مجلات علمیہ | دینی رشتائی و جرائد کا جامع اسٹاریٹی

تحقيقات حدیث ۵ حدیث بیتِ الاسلام علی خمس

- ۱۶۔ مریم: ۵۵
۱۷۔ مریم: ۳۱۔ ط: ۱۲۔ انہیا: ۳۔ حج: ۲۱، ۲۵۔ لقمان: ۷۔ اور متعدد و مسری آیات
- ۱۸۔ مریم: ۵۹
۱۹۔ شاطی۔ المواقفات: ح: ۳، ص: ۲۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ جمۃ اللہ البالغہ: ابواب اركان اربعہ
- ۲۰۔ مریم: ۳۱
۲۱۔ الانیاء: ۷۳
۲۲۔ الحج: ۲۲
- ۲۳۔ جمۃ اللہ البالغہ: ح: ۱، ص: ۱۲۲۔ ۱۲۸۔ اسرار نماز وغیرہ کے لئے ملاحظہ کیجئے: ح: ۱، ص: ۲۔ ۲۴۔ و مابعد اور ح: ۲، ص: ۱۔ ارکان اربعہ پر بحث
- ۲۵۔ سورہ بقرہ: ۱۸۳



موسوعہ فہارس محلات علمیہ | دینی رسائل و جرائد کا جامع اشٹاریہ